شہید مخدوم بلال سندھی

ڈاکٹر غلام محمد لاکھو

بعض تذکروں میں آپ کا نام بلاول سندھی لکھا ہے، لیکن سندھ بھر میں آپ کو شہید مخدوم بلال سمون (سمہ) ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے چونکہ مخدوم صاحب کا تعلق سمہ قبیلے سے ہے جو کہ سندھ کا ایک مقتدر قبیلہ مانا جاتا ہے۔[1] اتفاق سے آپ جب اس دنیا میں موجود تھے، تب سندھ پر سمہ قبیلے ہی کی حکمرانی (۹۲۷ـ۷۵۰ھ/۱۵۲۰ـ۱۳۵۱ء) تھی۔[2]

مخدوم بلال کب اور کہاں پیدا ہوئے؟ اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا' لیکن یہ امر یقینی ہے کہ آپ کی پیدائش جام نظام الدین المعرف جام نندہ (۹۱۴ـ۸۶۶ھ/۱۵۰۸ـ۱۴۶۱ء) کے دور حکومت کے شروع میں ہوئی۔ جام نندہ تاریخ سندھ میں ایک منفرد کردار کے مالک حکمران تھے۔ تاریخ میں ان کی بڑی تعریف ملتی ہے۔[3] ایک رائے یہ بھی ہے کہ مخدوم بلال کا تعلق بھی سندھ کے حکمران سمہ خاندان ہی سے تھا۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔

مخدوم صاحب کے والد کا نام مخدوم حسن بتایا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے دور کی مروجہ تعلیم احسن طریقے سے حاصل کی۔ گمان غالب ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت، اس دور کے دارالخلافہ ٹھٹھہ میں ہوئی۔ بعد میں سیوہن کے نزدیک ٹلٹی نام کے قصبہ میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس درسگاہ سے ہزاروں شاگرد فارغ التحصیل ہوئے۔ ایک عالم اور استاد کے طور پر پورے سندھ میں آپ کی پذیرائی ہوئی۔ میر معصوم نے لکھا ہے کہ: یہ موضع ٹلٹی میں سکونت رکھتے تھے اور ان کا وقت زیادہ تر لوگوں کو وعظ و نصیحت میں گذرتا تھا۔ زہد و تقویٰ میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ علم تفسیر اور حدیث میں ماہر تھے اور اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ ان کے جملہ حالات و کمالات تحریر کرنے سے قلم قاصر ہے۔[4] ایک اور جگہ پر آپ کی علمیت کی یوں تعریف ملتی ہے: **"الشیخ العالم الکبیر المحدث"**، حدیث و فقہ میں اکابر، درس و تدریس شغل، زہد و تقویٰ و عمل علیٰ شریعت، اور کتاب و سنت پر مواظبت طرۂ امتیاز تھا۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔[5]

مخدوم بلال ایک صوفی اور پیر طریقت بھی تھے۔ اس حیثیت میں بعض تذکروں میں آپ کے چند واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ایک بار وہ ٹلٹی سے مخدوم لعل شہباز کی زیارت کے لیے جن کے وہ مرید تھے، سیوہن آ رہے تھے۔ دوران سفر کشتی میں ملاحوں نے فحش اور بیہودہ کلمات استعمال کرنے شروع کیے۔ جب کلمات مخدوم صاحب نے سنے تو اپنی ٹوپی اپنے خادم کو دی، جس نے یہ ٹوپی اس ملاح کے سر پر رکھ دی جو ناشائستہ گفتگو کر رہا تھا۔ ملاح ایکدم

وعظ ونصیحت، اور آیات قرآنی کی تفسیر بیان کرنے لگا۔ اس طرح آپ کی بزرگی عیاں ہوگئی۔[۶] محمد حسن غوثی نے بھی مخدوم صاحب کی بڑی تعریف کی ہے۔ لکھتا ہے کہ: عارف اور خلق میں معروف تھے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ مخدوم خلوت خانہ کے اندر مطالعہ اور مشاہدہ میں مشغول تھے، پیاس کا زور ہوا تو پانی کے لیے باہر آنا پڑا۔ ناگاہ خواجہ خضر علیہ السلام موجود ملے۔ جو کچھ دیا سو دیا اور پایا جو کچھ پایا۔[۷] ایک اور ادیب نے لکھا ہے کہ وہ سالک اور صاحب طریقت، رموز شریعت کے واقف، حقایق طریقت کے عالم اور واصل بالحق تھے۔[۸] رات کو جب آپ پانی سے بھری ناند میں بیٹھتے، تو ذکر کے جوش سے پانی گرداب کی طرح چکر کھانے لگتا۔ صبح کو پانی سے باہر نکلتے تب بھی پانی میں جوش رہتا اور جب تک اسے دریا میں پھینک نہ دیتے وہ ساکت نہیں ہوتا تھا۔[۹]

مخدوم صاحب سلسلہ سہروردیہ کے پیرو تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کا تعلق کبرویہ سلسلہ کے ایک ایسے سندھی بزرگ سے تھا جس کا سلسلہ طریقت حضرت خواجہ محمد اسحاق کے توسط سے سید علی ہمدانی سے جاملتا ہے۔[۱۰] جمالی دہلوی کی تحریر سے بھی ان کے سلسلہ سہروردیہ سے تعلق کی تائید ہوتی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ: وہ بہت ریاضت کرنے والے اور پاک اعتقاد بزرگ تھے۔ جب میں اس گاؤں میں پہنچا تو میں نے ان سے ملاقات کی۔ ان کے سامنے *عوارف* رکھی تھی۔ اس حقیر (جمالی) سے چند مقامات پوچھے۔ وہ صاحب دل انسان تھے۔[۱۱] آپ کے چھ خلفاء تذکروں میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں:

سید حیدر: کن (ضلع دادو) میں مزار ہے۔

مخدوم ساہڑ: آپ کا مقبرہ انڑ پور (ضلع دادو) میں واقع ہے۔

مخدوم رکن الدین: المعروف مخدوم متھو۔ مکلی پر مزار ہے۔

مخدوم حسن: پیر بلاولی (نزد ہالا) میں خانقاہ موجود ہے۔

مخدوم ہنگورو: آپ کا مقبرہ گھیرہ (ضلع نواب شاہ) میں ہے۔

مخدوم سعد عرف مخدوم ساند سکرنڈ (ضلع نواب شاہ) کے قریب مزار ہے۔[۱۲]

مخدوم صاحب کا ایک اور معتقد بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ان کا نام مخدوم دانیال ہے۔ جب انہوں نے مخدوم بلاول کی بزرگی کی شہرت سنی تو باغبان (نزد دادو) سے چل کر ٹلٹی پہنچے۔ مخدوم بلاول کے معتقد بنے اور منت سماجت کر کے ٹلٹی سے باغبان لے گئے۔ اس کے بعد مخدوم صاحب مستقل طور پر باغبان ہی میں رہنے لگے۔[۱۳]

مخدوم صاحب سندھ بھر میں ایک وطن دوست عالم اور دانشمند کے طور پر بھی یاد کیے جاتے ہیں۔ جام نندہ کے دور میں ۹۰۷ھ/۱۵۰۱ء میں سید محمد جونپوری سندھ پہنچے۔ آپ نے مکلی میں قیام کیا اور اٹھارہ ماہ تک یہیں سکونت

رکھی اور اپنے مسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ جب کچھ معتبر افراد ان کے حلقے میں شامل ہو گئے تو جام نندہ کو ان کی بڑھتی ہوئی تحریک کا اندازہ ہوا۔ مخدوم بلاول سید صاحب کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ آخر کار سید محمد مہدی جونپوری کو مجبور ہو کر سندھ سے قندھار جانا پڑا۔ یہ ۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء کا واقعہ ہے۔ قندھار میں اس وقت شاہ بیگ ارغون کی حکومت تھی، وہ بھی آپ کا معتقد ہو گیا۔ سید صاحب نے ۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء میں بمقام فراہ وفات پائی۔[۱۴]

جام نندہ اڑتالیس برس حکومت کرنے کے بعد ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء میں فوت ہوئے اس کے بعد سندھ کی سیاسی بساط تیزی سے الٹنے لگی۔ ان کا جانشین جام فیروز ایک نا اہل حاکم ثابت ہوا۔ شاہ بیگ ارغون نے حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ۹۲۷ھ/۱۵۲۰ء میں سندھ پر حملہ کر دیا۔ ٹھٹھہ میں شدت کی جنگ ہوئی۔ سمہ سپہ سالار دریا خان مارا گیا اور شاہ بیگ نے سندھ پر قبضہ کر لیا۔ مخدوم بلال نے حملہ آور کی زوردار مخالفت کی۔ آپ نے اپنے مریدوں کو لڑائی کے لیے تیار کیا۔ ٹلٹی کے میدان میں جنگ ہوئی۔ ارغون حاکم نے جنگ کے بعد ٹلٹی کو تاراج کرا دیا۔[۱۵] سندھ میں صدیوں سے متواتر یہ روایت موجود ہے کہ اس جنگ کے بعد مخدوم بلاول کو پہلے گرفتار کیا گیا اور پھر شاہ بیگ کے حکم سے شہید کر دیا گیا۔ مقامی تذکرے بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔[۱۶] میر معصوم نے لکھا ہے کہ، مخدوم بلاول ۹۲۹ھ/۱۵۲۲ء میں فوت ہوئے۔[۱۷] سید عبدالقادر نے آپ کی وفات ۹۳۱ھ/۱۵۲۴ء لکھی ہے۔[۱۸] سندھ میں جو قدیم فارسی گو شاعر ہو گذرے ہیں، مخدوم بلاول کا نام ان میں بھی سرفہرست ہے۔ ایک رباعی آپ کی طرف منسوب ہے۔

در راہ خدا ز سر قدم باید ساخت
سرمایۂ اختیار خودی باید باخت
کفرست بخود نمائی بودن بجہان
از خویش بروں شدہ سوئش می باید تاخت[۱۹]

آپ کا مزار باغبان (ضلع دادو) میں ہے۔[۲۰] حال ہی میں آپ کے مزار پر ایک عالیشان مقبرہ تعمیر ہوا ہے۔ صدیوں سے ہر مہینے کے پہلے جمعہ کی رات کو مزار پر ایک جلسہ ہوتا ہے جس میں مخدوم صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کی شادی اور اولاد کے متعلق تذکرے خاموش ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ چچ نامہ، بہ تصحیح عمر بن محمد داؤد پوتہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۳۹ء، ص ۱۵ میں سمہ قبیلے کا ذکر قبل از اسلام ملتا ہے۔

۲۔ میر علی شیر قانع، تحفۃ الکرام، بہ اہتمام سید حسام الدین راشدی، (سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد، ۱۹۷۱ء)، ص ۱۱۰۔۹۹ نیز دیکھیے: M.Saleem Akhtar, *Sind under the Mughals*

۳۔ میر علی شیر قانع، مکلی نامہ، بہ تصحیح، سید حسام الدین راشدی، (سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، ۱۹۶۷ء)، ص ۸۸۔۹۸۔

۴۔ سید محمد معصوم بھکری، تاریخ معصومی، بسعی و اہتمام عمر بن محمد داؤد پوتہ (، پونہ ۱۹۳۸ء)، ص ۹۸۔۹۹۔

۵۔ مولانا سید عبدالحی نزھۃ الخواطر، مترجم ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، جلد چہارم، (مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۵ء)، ص ۷۵۔

۶۔ تاریخ معصومی، ص ۹۹۔

۷۔ محمد حسن غوثی، اذکار ابرار، اردو ترجمہ گلزار ابرار، مترجم فضل احمد جیوری، (اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور)، اشاعت دوم، ۱۳۲۵ھ، ص ۳۹۰۔

۸۔ سید عبدالقادر حدیقۃ الاولیاء، مرتبہ سید حسام الدین راشدی، (سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد)، ۱۹۷۷ء، ص ۷۹۔

۹۔ میر علی شیر قانع تحفۃ الکرام، مترجم اختر رضوی، (سندھی ادبی بورڈ کراچی)، ۱۹۵۹ء، ص ۴۴۱۔

۱۰۔ میمن عبدالمجید سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء)، ص ۴۴۱۔

۱۱۔ جمالی دھلوی، سیر العارفین، مترجم محمد ایوب قادری، (مرکزی اردو بورڈ لاہور، ۱۹۷۶ء)، ص ۱۷۴۔

۱۲۔ جی۔ ایم۔ سید پیغام لطیف، سندھ، کراچی، ۱۹۷۴ء، ص ۶۳۔

۱۳۔ پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۴۴۱۔

۱۴۔ ایم۔ ایچ۔ صدیقی کا مقالہ، مہدی جونپوری ان سندھ، جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، لاہور، اپریل، ۱۹۶۵ء۔

۱۵۔ تاریخ معصومی، ص ۱۱۷۔

۱۶۔ مولانا دین محمد وفائی تذکرہ مشاہیر سندھ، با اہتمام سید حسام الدین راشدی، (سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد، ۱۹۸۵ء)، ص ۲۶۔

۱۷۔ تاریخ معصومی، ص ۱۱۹۔

۱۸۔ حدیقۃ الاولیاء، ص ۷۹۔

۱۹۔ میر علی شیر قانع مقالات الشعراء، (سندھی ادبی بورڈ کراچی، ۱۹۵۷ء)، ص ۸۱۔

۲۰۔ حدیقۃ الاولیاء، ص ۷۹۔